قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍ مارچ ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ مارٹن روڈ کراچی)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جماعت احمدیہ کراچی سے جو کرنے کی کچھ باتیں ہیں ان میں سے بعض کے متعلق اس وقت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کو علم ہو یا نہ ہو آپ نے بڑی فراخ دلی سے صد سالہ جوبلی کے وعدے لکھوائے تھے اور یہ وعدے ایک کروڑ پچپن لاکھ کے تھے۔ ۶/۱۵ سال گزر چکے اور جس نسبت سے یہ وعدے وصول ہونے چاہئیں تھے اس نسبت سے وصول نہیں ہوئے۔ چونکہ یہ طوعی وعدے ہیں یہ طوعی چندہ ہے، وعدوں میں آپ نے بڑی ہمت دکھائی ادائیگی میں بھی اتنی ہمت دکھانی چاہیئے لیکن اگر جماعت کے سر اور دماغ سمجھتے ہوں کہ جب وعدوں کی فہرست بنائی گئی تھیں اس وقت کچھ غلطی ہوگئی تھی اور زیادہ لکھوا دیئے گئے تھے تو ہر وقت اس میں تصحیح ہو سکتی ہے لیکن جو وعدہ ہے وہ پورا ادا ہونا چاہیئے۔ میرے خیال میں وصولی کے لحاظ سے چھ سال میں ستاسٹھ لاکھ کی ادائیگی ہونی چاہیئے تھی۔ عملاً اٹھارہ لاکھ کی ہوئی ہے۔ بہت زیادہ فرق ہے۔ پس جو ذمہ دار افراد ہیں وہ جماعت سے مشورہ کر کے فہرستوں کو Revise کریں جو ادائیگی ہو سکتی ہے جس ادائیگی کی طاقت ہے اس جماعت میں اس کے مطابق وعدے ہونے چاہئیں۔

ہمارے ایک احمدی دوست نے (کراچی سے ان کا تعلق نہیں۔ بات سمجھانے کے لئے

مَیں کراچی سے باہر کی ایک مثال لیتا ہوں) سولہ لاکھ کا وعدہ بھجوادیا اور پانچ سال میں ایک ہزار ادا کیا۔ میں نے ان کو دفتر کی طرف سے لکھوایا کہ جو وعدے ہیں اس کے مطابق ہم نے اپنی کچھ تجاویز سوچنی ہیں کچھ منصوبے بنانے ہیں۔ آپ نے جس نسبت سے پندرہ سال میں سے پانچ سال میں ہزار دیا تو پندرہ سال میں تین ہزار کی آپ کو طاقت ہے (آپ کا عمل بتارہا ہے) مگر تین ہزار کی بجائے آپ نے سولہ لاکھ کا وعدہ لکھوادیا ہے۔ ہم نے خود آپ کا وعدہ سولہ لاکھ کاٹ کے تین ہزار لکھ لیا ہے۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ ٹھیک ہے غلطی ہوگئی، تین ہزار نہیں پچیس ہزار لکھ دیں وہ مَیں ادا کردوں گا۔

تو یہ وعدوں کے اوپر جو عمل ہے، جو خرچ کے منصوبے ہیں، جو Plan کرنا ہے، جو ساری دنیا میں قرآن کریم کی اشاعت کرنی ہے، جس قسم کی ہم نے مسجدیں بنانی ہیں، جتنی طاقت ہے اتنی ہی بنانی ہیں، جتنے وعدے ہیں اس کے مطابق تو نہیں ہم بناسکتے۔ اس کی طرف توجہ ہونی چاہیئے اور مشاورت تک ابتدائی رپورٹ مجھے مل جانی چاہیئے۔

دوسری بات جو آج میں کہنی چاہتا ہوں وہ قرآن کریم کی طرف توجہ دینا ہے۔ قرآن عظیم (یہ ہماری کوئی خواہش یا جذبہ یا قرآن کی محبت نہیں ہو یہ اعلان کرتی ہے بلکہ قرآن کریم) حقیقتاً ایک عظیم کتاب ہے، اتنے علوم اس میں بھرے ہوئے ہیں نہ ختم ہونے والے علوم کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ اتنے علوم بھرے ہوئے ہیں کہ قیامت تک کے انسان کو بھی شاید قرآن کریم کے سارے علوم کا احاطہ نہ ہوسکے اس قدر عظیم کتاب سے جو آپ کی روزمرہ کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے والی ہے جو آپ کے زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے۔ جس سے ہمارا تعلق ہے مثلاً اگلی صدی کے مسائل۔ ہم یقین رکھتے ہیں، ہمارا ایمان ہے قرآن عظیم ان مسائل کو حل کرے گا مگر جہاں تک ہماری زندگیوں کا سوال ہے ہمیں تو اپنے زمانہ سے دلچسپی ہے نا اور میں علیٰ وجہ البصیرت جانتا ہوں اور علیٰ وجہ البصیرت اس کا اعلان کرتا ہوں، غیروں کے سامنے بھی کرتا ہوں کہ اس زمانہ کی تمام ضروریات کو قرآن کریم پوری کرتا ہے۔ جو اس زمانہ نے نئے مسائل انسانی معاشرہ میں پیدا کئے ہیں سوائے قرآن کریم کے اور کوئی تعلیم کوئی ازم کوئی انسانی دماغ کوئی بڑے سے بڑا فلسفی ان مسائل کو حل نہیں کرسکتا۔ اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس میں

اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا۔

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان:۳۱) کہ قیامت تک امت محمدیہ میں قرآن پر بظاہر ایمان لانے والوں میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہوگا جو قرآن کریم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دے گا اور کوئی توجہ نہیں کرے گا لیکن جو ایسا کرے گا وہ اس کا نتیجہ بھگتے گا، وہ ترقیات کی تمام راہیں اپنے پر بند کرے گا وہ نور سے نکل کے ظلمات میں آ جائے گا اس کا سر مخالف کے سامنے ہر وقت جھکا رہے گا۔ اس کا ہاتھ غیروں کے سامنے ہر وقت پھیلا رہے گا۔ ذلت کی تمام راہیں اس پر وا ہوں گی۔ عزت کے سارے دروازے اس پر بند ہو جائیں گے کیونکہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (النسآء:۱۴۰) قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے کہ تمام خزانے خدا کے ہیں اور اپنی حکمت کاملہ سے، اپنی منشا کے مطابق وہ اپنے خزانوں کو اپنے بندوں کے لئے حصہ رسدی دیتا ہے اور اس کے دروازے ان پر کھولتا ہے۔

قرآن کریم اگر قیامت تک کے لئے مسائل حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو قیامت تک خدا تعالیٰ کے ایسے نیک اور پاک اور مطہر بندے پیدا ہوتے رہنے چاہئیں جو معلم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے سیکھیں اور انسانوں کو قرآن کریم کے اسرار اور بطون سے آگاہ کریں تا کہ جو نئی مصیبتیں انسان نے اپنے لئے پیدا کر لیں اور نئے مسائل اس کے سامنے آ گئے ان کا کوئی حل ہو اور اس کی نجات کے دروازے کھلیں۔

اس زمانہ کے لئے اور اس ہزار سال کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر قرآنی تفصیل میں بھی اور بیج کی حیثیت میں بھی موجود ہے یعنی جو اس زمانہ کے مسائل ہیں ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر وہ تفسیر کر دی جس کی ضرورت تھی اور بڑا لطف آتا ہے۔ کئی دفعہ میں نے سوچا ہے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہے اور انسانی دماغ کام کرتا ہے، دعائیں کرتا ہے اور ایک آیت کی تفسیر ذہن میں آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی اس مسئلہ کو حل کرنے والی ہے اور یہ دماغ میں حاضر ہی نہیں ہوتا کہ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب میں لکھ چکے ہیں اور پھر چند دنوں کے بعد کتب کا مطالعہ کرتے

ہوئے دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب میں وہ چیز موجود ہے۔

تو اس زمانہ میں قرآن کریم کو سمجھنے اور جاننے کے لئے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی زندگی کی ظلمات کو اور زندگی کے اندھیروں کو قرآن کریم کے نور سے نور میں بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے۔ ساری ہی کتب اور آپ کی سب تحریریں قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم سے باہر، قرآن کریم سے زائد ایک لفظ بھی نہیں لکھا نہ قرآن کریم پر کچھ زیادتی کی، نہ قرآن کریم سے کوئی کمی کی، تفسیر بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ بعض ایسے بیان ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں لکھا کہ مَیں کس آیت کی تفسیر کر رہا ہوں اور ایک بیان دے دیا ہے کسی مسئلے کے متعلق کسی وقت غور کرتے ہوئے وہ عبارت پڑھتے ہوئے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو نہیں لکھی لیکن) دماغ میں ایک آیت آ جاتی ہے کہ آپ فلاں آیت کی تفسیر کر رہے ہیں اس لئے کہ جس شخص کے متعلق جماعت کے ہر فرد کا یہ عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ اس نے قرآن کریم سے باہر کچھ نہیں لکھا۔ اس کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ فلاں آیت کی تفسیر ہے وہ یہ جانتا ہے کہ کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہے۔ اپنے پاس سے قرآن کریم پر نہ زائد کر رہے ہیں اور نہ اس میں سے نکال کے باہر پھینک رہے ہیں۔ اس لئے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور آپ لوگوں کی توجہ اس طرف اتنی نہ ہونے کی وجہ سے جو ہونی چاہیئے آپ کی مدد کرنے کے لئے میرے دماغ میں ایک سکیم آئی ہے۔

ہاں میں یہ بتا دوں کہ قرآن کریم کا ہی ذکر ہے اس آیت میں جس میں ہے۔ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰـــہٰ:۱۱۵) یہ دعا ہمیں سکھائی گئی ہے قرآن کریم نے کہ اے ہمارے رب! ہمیں علم میں بڑھاتا چلا جا۔ اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ قرآن عظیم غیر محدود علوم کا خزانہ ہے کیونکہ اگر وہ محدود ہوں تو اس وقت جب وہ پہلی ساری باتیں ختم ہو گئیں اس کے بعد اس دعا کا کوئی فائدہ نہیں لیکن قیامت تک آنے والے انسان کو یہ دعا سکھائی قرآن کریم نے کہ یہ دعا کرتے رہو کہ اے خدا! ہمیں قرآنی علوم میں بڑھاتا ہی چلا جا۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔

اور یہ بھی ہمیں بتایا اللہ تعالیٰ نے کہ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ

(یہ سورۃ بقرہ کی ۲۵۶ ویں آیت کا ایک ٹکڑا ہے) اس سے پہلے اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو کچھ انسان کے سامنے ہے اور جو کچھ انسان کے پیچھے ہے یعنی جو کچھ اس کے علم میں ہے اور جو کچھ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے جانتا نہیں، جاہل ہے اُس سے، وہ سب کچھ ہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یعنی جو کچھ بھی ہے خواہ وہ انسان جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا کرنے والا، کائنات کی کنہ کو جاننے والا ہے اور اس کی مرضی کے سوا اس کے علم کے کسی حصہ کو بھی کوئی شخص پا نہیں سکتا۔ تو ہر علم میں جو زیادتی ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایک دہریہ سائنس دان جب کوئی Problem حل کر رہا ہو یا اپنا کوئی فارمولا بنا رہا ہو اور اس کو سمجھ نہ آ رہی ہو، دماغ میں اندھیرا ہو اور ایک تڑپ اس کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ کہیں سے مجھے روشنی ملے، تو وہ تڑپ ایک غافل کی دعا کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی سمجھتا اور اس کے دماغ میں روشنی پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس جگہ کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ ابھی مَیں نے جو کہا تھا نا کہ کسی آیت کا حوالہ آپ دیں کہ وہ ہے کسی نہ کسی آیت کی تفسیر۔ پہلے میرے دماغ میں یہ بات نہیں تھی تب آپ سے باتیں کرتے ہوئے یہ آیت آ گئی سامنے، وہی مثال اس کی کہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ اسی کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے وہ لکھا ہے کہ کوئی دہریہ، کوئی کمیونسٹ، کوئی بت پرست، کوئی بدمذہب علم کے میدان میں ترقی کرتے ہوئے جب ترقی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق ترقی کرتا ہے اس کی منشا کے بغیر ترقی نہیں کرتا اور انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سوا اُس کے علم کے کسی حصہ کو بھی پا نہیں سکتا۔ اور اس سے اگلا ٹکڑا آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں پر بھی اور زمین پر بھی حاوی ہے۔ کائنات کا اس کے علم نے احاطہ کیا ہوا ہے وہ اس کا پیدا کرنے والا ہے اس کے اندر جو کچھ بھی خواص پائے جاتے ہیں، جو کچھ خواص میں کمی ہوتی ہے، جو بڑھوتی ہوتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس کے امر سے یا اس کے خلق سے وہ چیز ہو رہی ہے۔ وہ اس سے پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں۔ وہ انسانوں کی طرح نہیں کہ آج یاد کر لیا یا سن لیا اور کل کو بھول گیا خدا نہ کرے آپ میں

سے بعض بھول ہی جائیں کہ میں آپ کو کیا نصیحت یہاں کر کے گیا ہوں کہ قرآن کریم کا علم حاصل کرتے رہنا ہے اسے بھولنا نہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سورۃ کہف تک کی تفسیر یعنی وہ عبارتیں جہاں آپ نے آیت بھی لکھی ہے اور آگے اور اس کی تفسیر بھی کی ہے شائع ہو چکی ہے۔ ویسے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری عبارات کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہیں جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا لیکن بعض جگہ آیات دی ہیں بعض جگہ آیت کا Reference (حوالہ) نہیں دیا اور معانی بیان کر گئے ہیں۔

یہاں میرے نزدیک (آپ کے رجسٹروں سے میرا علم اور قیافہ اور اندازہ مختلف ہے) کراچی کے حلقہ میں پانچ ہزار سے زیادہ خدام الاحمدیہ کی عمر کے احمدی ہیں۔ بہت سارے رجسٹروں پر نہیں آئے اس کی بہت ساری وجوہات ہیں اس وقت ان میں جانے کی ضرورت نہیں۔ خدام الاحمدیہ سے میں نے کہا تھا کہ بتاؤ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے جو تفسیر چھاپی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیات کا حوالہ دے کر تفسیر کی ہے وہ کتنے خدام کے پاس ہے۔ اب سورۂ فاتحہ ہے۔

فاتحہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔ فاتحہ میں خلاصتاً وہ تمام علوم آ گئے ہیں جو قرآن عظیم میں آئے ہیں۔ سورۂ فاتحہ ایک چیلنج ہے ساری دنیا کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چیلنج دیا۔ ایک دفعہ ایک عیسائی سے پادریوں نے مل کے، سوچ کے، سر جوڑ کے یہ سوال کروا دیا تھا کہ جب آپ کے نزدیک بھی بائبل خدا تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی، اتنی موٹی کتاب بائبل جو کم و بیش ستر کتابوں پر مشتمل ہے وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں بہت بڑی ہے تو یہ سوال کر دیا کہ اس کی ضرورت کیا تھی؟ آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ تم قرآن کریم کی ضرورت پوچھ رہے ہو۔ مَیں کہتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے جو اسرار روحانی بیان کئے ہیں اور جو علوم اس میں پائے جاتے ہیں جو سات آیات پر مشتمل ایک صفحہ بھی نہیں بنتی (اس واسطے جتنے ہمارے قرآن کریم چھپتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ پہلا صفحہ جہاں سورۂ فاتحہ ہے اس کے اردگرد بیل بوٹے ڈال کے تو اکثر حصہ صفحے کا سجایا ہوا ہے اور بیچ میں وہ سورۂ فاتحہ سات

چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل لکھی گئی ہے) اس سات آیات پر مشتمل سورۃ فاتحہ کے علوم کے برابر بھی اگر تم اپنی ساری کتاب میں سے نکال کر مجھے دکھا دو تو مَیں سمجھوں گا کہ تمہارے پاس کچھ ہے۔ لمبا زمانہ گزر گیا اس چیلنج پر انہوں نے اس علمی میدان میں کوئی کشتی نہیں کی تھی۔ سر نہیں پھوڑنے تھے، جسموں کو زخمی نہیں کرنا تھا، سینوں کو منور کرنے کا سوال تھا۔ نہیں آئے، ۱۹۶۷ء میں جب میں اپنی خلافت میں پہلی بار باہر نکلا تو کوپن ہیگن میں جہاں میں نے مسجد کا افتتاح بھی کرنا تھا تین مختلف سوسائٹیز (Societies) نے (دو کا تعلق عیسائی پادریوں سے تھا اور ایک محققین کی جماعت تھی) کہا ہم نے علیحدہ علیحدہ ملنا ہے۔ مَیں نے ان سے کہا وقت کم ہے، مصروفیت زیادہ ہے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو تینوں اکٹھے مجھ سے مل لیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چار چار نمائندے مقرر کئے اور وہ بارہ اکٹھے ہو کر آئے۔ ان کا ایک لیڈر تھا۔ بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ جوان کو جواب تھا کہ سورۂ فاتحہ کے مضامین اگر اپنی ساری کتاب میں سے نکال کے دکھا دو تو ہم سمجھیں گے تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے اس کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کروا کے رکھا ہوا تھا۔ ان کو دینے کی غرض سے جس وقت ہم باہر نکلے اور مَیں انہیں رخصت کر رہا تھا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جواب کا ذکر کرتے ہوئے کہا اس واسطے میں نے پہلے بات نہیں کی کہ مَیں نے اس کا فوری جواب نہیں لینا۔ یہ آپ سے مطالبہ کیا گیا تھا بڑا لمبا زمانہ گزرا لیکن آپ نے خاموشی اختیار کی۔ آپ میں سے آج کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ جس شخص نے یہ مطالبہ کیا تھا وہ تو ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے تو اب ہم کس کے سامنے جا کر مطالبہ منظور کریں۔ میں نے کہا میں ان کا نائب موجود ہوں اور میں یہ تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ میرے سامنے کرو پیش جواب اس مطالبہ کا۔ پھر مقابلہ ہو جائے کہ سورۂ فاتحہ میں جو علوم ہیں، اسرار روحانی، وہ زیادہ ہیں یا ان کی ساری کتاب میں زیادہ ہیں وہ انگریزی ترجمہ میں نے ان کو دے دیا۔ میں نے کہا سر جوڑنا اور پھر مجھے جواب دے دینا۔

۱۹۶۷ء کا وہ دن جولائی کا کوئی دن تھا اور آج کے دن تک کسی نے جواب نہیں دیا اور وہاں یہ پروپیگنڈہ کر دیا کہ میرا رویہ سخت تھا وہاں سے ایک صحافی آئے بڑے مشہور وہاں کے صحافی ہیں۔ ربوہ بھی آئے تو مجھے کہنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے کچھ سخت رویہ

اختیار کیا تھا۔ میں نے کہا میں نے تو یہ رویہ اختیار کیا تھا اس نے کہا۔ اچھا یہ بات ہے تو پھر مَیں جا کے ان کی خبر لوں گا۔ خیر اس نے خبر لی یا نہ لی۔ سوال تو یہ ہے کہ قرآن کریم بڑی ہی عظیم کتاب ہے۔

اب سورۂ فاتحہ کا چونکہ چیلنج دیا ہوا تھا تو مجھے خود خیال آیا کہ اگر وہ تیار ہو جائیں (جو مجھے یقین تھا نہیں ہوں گے) تو مجھے تو شروع کرنی ہوگی تفسیر سورۂ فاتحہ کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے بہت ساری نئی باتیں مجھے بھی سکھائیں سورۂ فاتحہ کی وہ سارا مجموعہ ایک بہت بڑا علم بنتا ہے پھر آپ بڑھتا چلا جائے گا یہ علم۔ یہ اکٹھا تو ہو جانا چاہیئے۔ تو اسی خیال سے یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے وہ چھپوانی شروع کی۔

ایک جلد میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے اور بڑی عجیب تفسیر ہے، بہت ہی پیاری، بہت مزیدار، بہت لطف آتا ہے پڑھ کے اور سارے خدام کے پاس پتہ ہے اس کی کتنی جلدیں ہیں۔ صرف باسٹھ خدام کے پاس کراچی کے نو حلقوں میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر صرف چھتیس خدام کے پاس سورۂ بقرہ کی تفسیر، صرف سولہ خدام کے پاس سارے کراچی میں اٰل عمران، النساء کی تفسیر، صرف دس خدام کے پاس سورۂ توبہ اور اس کے ساتھ کچھ (اور سورتیں ملی ہوئی ہیں) ان کی تفسیر اور صرف پندرہ خدام کے پاس سورۂ یونس تا کہف کی تفسیر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس واسطے اس سلسلہ میں میرے ذہن میں دو تجاویز آئی ہیں۔ ایک تو مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ وہ اسی جگہ لیتا ہوں دوسری کا ایک اور مضمون (Point) ہے۔ اس ضمن میں الگ بات کروں گا یعنی جو مَیں نے کلب (Club) کے سلسلہ میں کہا تھا۔ مَیں نے خدام سے کہا تھا کہ ہمارے ملک میں کتابوں کی خرید کی طرف جو توجہ نہیں اس کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ ملک غریب ہے اتنے زیادہ پیسے خرچ نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ پڑھنے کی عادت نہیں۔ مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے۔ مَیں انگلستان میں پڑھتا رہا ہوں ریل میں سفر کئے ہیں۔ میری آنکھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ ریل کے ڈبے سے ایک شخص ایک اسٹیشن پر اترا اور صبح کا اخبار جو اس نے پڑھنے کے لئے

خریدا تھا۔ مول لیا تھا وہ اپنی سیٹ کے اوپر چھوڑ گیا۔ اس کی جگہ اسی اسٹیشن سے ایک اور مسافر سوار ہوا اور اس نے دیکھا ایک اخبار پڑا ہے اس نے اٹھا کے پَرلی سیٹ پر رکھ دیا اور اگلے سٹیشن پر اترا اور وہی اخبار خرید کے لایا۔ ان کو مانگے کا اٹھا کے ہاتھ میں لے کے پڑھنے کی عادت ہی نہیں۔ پیسے خرچ کرتے ہیں پڑھ کے پھینک دیتے ہیں یہ بدقسمتی ہے ہمارے سارے مشرقی علاقوں کی کہ یہاں لوگوں کو پڑھنے کی عادت نہیں۔ علم حاصل کرنے کی عادت نہیں۔ سیکھنے کی عادت نہیں Concentration کی عادت نہیں۔ توجہ قائم رکھنے کی عادت نہیں علم سے نور لے کے آگے ہی آگے بڑھنے کی عادت نہیں۔ مگر ہمارے لئے ایک مابہ الامتیاز ہونا چاہیئے، بہت ساری باتوں میں ہے، اس میں بھی ہونا چاہیئے۔ ایک احمدی میں اور دوسروں میں جو اس علاقہ میں بسنے والے ہیں۔

آپ حیران ہوں گے یعنی یہ تو سورۂ فاتحہ کی باسٹھ جلدیں ہیں۔ امریکہ میں وہ احمدی، امریکن، جنہوں نے عیسائیت یا بدمذہب یا دہریت کو چھوڑا اور احمدی ہوئے جن کی احمدیت پر تین چار سال گزر چکے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد ہے ان کی انگریزی کی جو تفسیر ہے پانچ جلدوں کی وہ ان کے ہر گھر میں موجود ہے اور وہ اسے پڑھتے ہیں اور خالی پڑھتے نہیں جہاں سمجھ نہیں آتی فون اٹھاتے ہیں اور ہمارے مبلغ کو فون کرتے ہیں کہ یہ آیت ہے یہ تفسیر کی ہے، مجھے سمجھ نہیں آئی بتاؤ مجھے۔ وہاں تین منٹ کا فون نہیں ہوتا۔ وہاں اتنے منٹ کا فون ہوتا ہے جتنے پیسے دینے کے لئے آپ تیار ہیں یعنی وہاں ٹیلی فون ایکسچینج بتاتا ہی نہیں کہ تین منٹ گزرے، دس منٹ گزرے، تیس منٹ گزرے، صرف بل بتاتا ہے کہ اتنے منٹ آپ نے فون کیا تھا اتنے پیسے دے دو لیکن ہمیں تو کتابیں پڑھنے کی عادت ہونی چاہیئے۔ خصوصاً وہ کتب جو ہماری جان ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کے اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حاصل نہیں کرنا تو زندہ رہ کے کیا کرنا ہے۔ میں نے کہا کلب (Club) بناؤ۔ خدام اپنی بنائیں۔ انصار اپنی بنائیں، لجنہ اپنی اور پہلا مرحلہ یہ ہے (پہلے جو میں نے بات کی تھی اور سوچا اب اس سے کچھ زائد بات کرنے لگا ہوں) کہ ہر گھر میں دو آدمی میاں بیوی ہیں ابھی بچہ نہیں پیدا ہوا یا آٹھ دس آدمی ہیں اور ان کے Dependents ہیں بچے بڑے ہوگئے ہیں۔ پہلا مرحلہ یہ ہے

کہ ہر گھر میں ایک نسخہ تفسیر صغیر کا ہو یا اگر کوئی انگریزی کے شوقین ہیں تو جو انگریزی ترجمۂ قرآن کے فٹ نوٹ ہیں ان میں تفسیر صغیر کو Follow کیا ہے بلکہ اپنی شروع خلافت میں بعض مضامین پر میں نے روشنی ڈالی تو ملک غلام فرید صاحب نے ان کو بھی انگریزی کے فٹ نوٹس میں لے لیا۔ یہ مرضی ہے گھر والے کی کہ وہ تفسیر صغیر رکھتا ہے یا تفسیر صغیر کی طرح کے ہی جو نیچے نوٹ والا ہمارا انگریزی ترجمہ اور نوٹ ہیں وہ اپنے گھر میں رکھتا ہے۔

اور دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کی جو پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں وہ اس سال کے اندر اندر ہر گھر میں آجائیں۔ اس کے لئے میں نے ایک تجویز سوچی۔ میں نے کہا نا کہ ایک ہماری مشکل یہ ہے کہ اتنے پیسے نہیں۔ مثلاً ایک خاندان ہے وہ ڈیڑھ سو روپیہ کما رہا ہے ڈیڑھ سو سے زیادہ ان کی قیمتیں بن جاتی ہیں وہ کیسے یکدم خرید لے گا تو عقل سے ہم نے کام لینا ہے۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی بھی بددیانت نہ ثابت ہو اور آپ کو یہ غیرت ہونی چاہیئے کہ آپ میں سے کوئی بددیانت نہ ثابت ہو۔ اگر آپ دیانت دار ہیں تو ہمیں ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کو کتاب پکڑانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوتی۔

یہ کلب جو میں نے بتائی ہے آپ سوچ کے بنالیں گے سارے کے سارے اس کلب کے ممبر ہونے چاہئیں۔ بے شک اپنے چندے اپنی آمد کے لحاظ سے تھوڑے یا بہت کریں مثلاً دو روپے مہینہ کریں، تین روپے مہینہ کریں، پانچ روپے مہینہ کریں، دس روپے مہینہ کریں۔ باقاعدگی سے ہر شخص پہنچائے، جگہ پہنچانے کی وہ ہو جہاں اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ دس میل دو روپے خرچ کر کے دو روپے نہ پہنچائے بلکہ ایک پیسہ خرچ کئے بغیر پیدل چل کے اس جگہ پر پہنچے جہاں اس نے اپنا چندہ Deposit کرانا ہے۔ خدام الاحمدیہ اور ان ساری تنظیموں کو اتنا Officiant اتنا اہل تو ہونا چاہیئے کہ وہ ایسا نظام قائم کر سکیں۔ آپ کی تعداد کے مطابق مَیں ربوہ سے یہاں کتابیں بھجوادوں گا اور آپ ہر گھر میں دے دیں۔ اس کی قیمت کی ادائیگی کی دو شکلیں بنتی ہیں۔ یا تو میں ربوہ کو کہوں گا کہ آپ سے بالاقساط رقم وصول کریں مثلاً سارا بل اگر دس ہزار کا بنتا ہے اور آپ نے یہ رقم دس مہینے میں دینی ہے تو ایک ہزار روپیہ دے دیں۔ اگر آپ نے

بیس مہینے میں وہ رقم ادا کرنی ہے (اور یہ پہلے ہی فیصلہ ہو جائے گا) تو آپ وہاں پانچ سو روپیہ مہینہ ادا کریں باقاعدگی کے ساتھ بغیر اس کے کہ ایک خط بھی یاددہانی کا آپ کو آئے۔ اسی طرح لجنہ کرے اور انصار کریں لیکن جماعت ایک کمیٹی بنائے جو یہ دیکھے کہ میں جو کہہ رہا ہوں کہ تین تنظیمیں کریں تو میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابھی پہلے مرحلے میں ہی ایک گھر میں تین جلدیں اکٹھی ہو جائیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا گھر ہے جہاں خدام الاحمدیہ کی عمر کا بچہ ہی کوئی نہیں تو اس کے نئے انصار منتظم ہوں۔ ایک گھر ایسا ہے جہاں مرد ہی کوئی نہیں مثلاً کئی نادان ہماری بوڑھی نوجوان کنواری لڑکیاں جو نوکری کرنے لگ گئی ہیں تیس؍اٹھائیس سال کی اکیلی ہیں یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی خاوند ہی کوئی نہیں ان کے۔ تو وہ لجنہ اماء اللہ کی ممبر بنیں گی اور ان سے لے لیں گی۔ جماعت احمدیہ ایک کمیٹی بنائے جو یہ دیکھے کہ یہ آپس میں Co-ordination ہو کہ یہ ایک کاپی جو آنی ہے یہ خدام الاحمدیہ کے ذریعہ اس گھر میں داخل ہوگی یا انصار اللہ کے ذریعہ لجنہ اماء اللہ کے ذریعہ اور اس سال کے اندر اندر یہ مرحلہ آپ کو کتابیں ملنے کا پورا ہو جانا چاہیئے۔ اس کی ادائیگی کی تو دیکھیں گے کیا شکل بنتی ہے کچھ جلدیں ادائیگی کر دیں گے کچھ یکمشت ادائیگی کر دیں گے۔ کوئی دس مہینے میں کرے گا۔ کوئی بیس مہینے میں کرے گا اس کے مطابق ہوگا۔ ایسا مالی بوجھ ڈالے بغیر جسے اٹھانے کی اس شخص کو طاقت نہیں۔ یہ علوم کے خزانے ان کے گھروں میں پہنچنے چاہئیں۔ ہم ان کے گھروں کو نور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے بھرنا چاہتے ہیں یہ کتب وہاں ہونی چاہئیں یعنی یہ مرحلے دو ہیں کتب کے لحاظ سے لیکن یہ ایک وقت میں چالو ہوں گے اور علیحدہ علیحدہ اس کی رپورٹیں ہوں گی اور میرے پاس آئیں گی اور ایک سال کے اندر اندر ہر گھر میں تفسیر صغیر کا ایک نسخہ اور پانچ جلدیں تفسیر کی ہو جانی چاہئیں۔ جو طاقت رکھتے ہیں وہ تو اگلے جمعہ سے پہلے پہلے خرید لیں۔ مجھے یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ آپ کی ضرورت کے مطابق ربوہ میں جلدیں موجود بھی ہیں یا نہیں یا چھپوانی پڑیں گی۔ اس واسطے میں نے ایک سال لگایا ہے کیونکہ پھر میں ذمہ دار ہوں انشاء اللہ کہ وہ آپ کو ایک سال کے اندر مل جائیں۔

دوسری بات میں اپنے طلباء کے متعلق کچھ کہنی چاہتا ہوں۔ میرے دل میں بڑی شدت سے یہ ڈالا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ پر ذہنی عطا کے طور پر جس قدر پہلے رحمتیں کرتا رہا

ہے اس سے بہت زیادہ اس اگلے زمانے میں کرنے والا ہے انشاء اللہ اور جماعت کا فرض ہے کہ ذہن کو بچائے محفوظ کرے اور اس کی نشو ونما کا انتظام کرے۔ یہ سکیم جیسا کہ میں نے مختصراً جلسہ سالانہ پر بتائی تھی پانچویں جماعت سے عملاً شروع ہوتی ہے۔ ویسے شروع ہو جاتی ہے اس کلاس سے جس میں سکول یا حکومت کا نظامِ تعلیم امتحان لیتا ہے اکثر امتحان تو سکول میں ہوتے ہیں چوتھی تک غالباً سارے جو امتحان سکول میں ہوتے ہیں۔ پانچویں کا پہلا امتحان ہے جہاں محکمہ تعلیم بیچ میں آ جاتا ہے۔ وہ بھی شاید ساروں کا نہیں لیتا۔ بہرحال پہلی بات جو میں چاہتا ہوں کہ آپ کریں مجھے خوشی پہنچانے کے لئے وہ یہ کہ ہر وہ احمدی بچہ جو کراچی میں Greater karachi میں اور اس میں مَیں شامل کرتا ہوں ضلع حیدرآباد اور دادو اور تھرپارکر یہ ہماری زمینیں آ گئی نا ساری۔ یہ اگر کر لیں تو اس سارے ایریا میں ہر وہ بچہ جو اگلے چار؍تین ماہ میں امتحان ہونے والے ہیں اگر وقت پر ہو گئے تو ہر بچہ جو امتحان دے وہ مجھے نتیجہ نکلنے پر خط لکھے اور میں ہر اُس بچہ کو اپنے دستخطوں سے جواب دوں گا اور یہ تو عام ہے اور ہر بچہ جس نے پانچویں جماعت کا امتحان دیا ہے اور اس علاقہ میں مختلف محکمہ تعلیم مختلف حصوں کے ذمہ دار ہیں مثلاً کراچی کا اَور ہے اور حیدرآباد کا اَور ہے مجھے اس کی تفصیل کا پتہ نہیں لیکن جو مستقل Independent یونٹ میں امتحان لینے والے اس انڈی پینڈنٹ یونٹ میں ہر وہ بچہ جو اوپر کی تین سو پوزیشنز میں آتا ہے (پانچویں جماعت میں بے شک پانچ سو کی پانچ سو پوزیشنیں لے لو) اس کو علاوہ خط کے (میں سوچ کے بتاؤں گا ترتیب بدلنی پڑے گی مثلاً سورۂ فاتحہ جو ہے وہ ذرا دقیق ہے وہ پانچویں جماعت کا بچہ نہیں سمجھ سکتا۔ تو دیکھوں گا میں کہ کوئی ایسی تفسیر بھی ہو جس کے کچھ حصے میں سمجھوں کہ مضمون کے لحاظ سے ایسے ہیں جو پانچویں جماعت کے بچے کے ہاتھ میں دے دوں دو چار سال کے بعد چاہے پڑھ لے) میں اپنے دستخطوں کے ساتھ وہ تفسیر بھجوا دوں گا اگر وہ نمبروں کے لحاظ سے اوپر کے Top کے تین سو میں آ گیا ہے اور اسی طرح آٹھویں جماعت میں پھر محکمہ تعلیم کا امتحان ہے اور وہ وظیفے کا بھی امتحان لیتے ہیں لیکن وظیفہ تو اتنے کو دیتے ہیں یا نہیں دیتے بہرحال اس وظیفہ کے امتحان میں پہلے تین سو جو Top کے ہیں یعنی آٹھویں کے امتحان میں جو گورنمنٹ لے رہی ہے (سکول کا امتحان نہیں اس میں یعنی جو اپنا

سکول امتحان لیتا ہے وہ تو کوئی کسی قسم کا سکول ہے کوئی کسی قسم کا سکول ہے) اس کے نتیجہ میں فہرست میں سب سے اوپر جو تین سو طالب علم ہیں ان تین سو میں جتنے بھی احمدی بچے ہیں ان کو انشاء اللہ میں کتاب دوں گا۔

دسویں جماعت میں بورڈ کا امتحان ہے جہاں جہاں بھی اس ایریا میں بورڈ ہیں چوٹی کے دوسو دماغ جو ہیں ان میں جتنے بھی احمدی ہیں ان کے ذہن کے مطابق یہی جو ہیں پانچ کتب تفسیر ان میں سے ایک پر اپنے دستخط کر کے اور پیار کا خط لکھ کے ان کو دوں گا۔

اور انٹر میڈیٹ جو ہے اس کے بھی ٹاپ کے تین سو لڑکے ہر بورڈ کے اور گریجوایشن (Graduation) بی۔اے، بی۔ایس۔سی جو ہے اس کے بھی ٹاپ کے دوسو جو ہیں یعنی نتیجہ کی فہرست میں سب سے اوپر نمبر لینے والے دوسو میں سے جتنے احمدی لڑکے آتے ہیں وہ مجھے خط لکھیں گے اور یہ بھی لکھیں گے کہ ہماری پوزیشن مثلاً ۱۰۱ ہے، ۱۱۰ ہے یعنی دوسو کے اندر اندر جو بھی پوزیشن ہے، ان کو بھی ایسا ہی انعام ملے گا۔

جو ایم۔اے، ایم۔ایس۔سی یا یہ ہمارے جو ڈاکٹر بنتے ہیں فزیشن سرجن یا انجینئر وغیرہ اور اس ٹاپ کے امتحانات وہ ایم۔اے، ایم۔ایس۔سی کے مقابلے میں ہی ہیں۔ ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ کلاسیں بن گئی نا۔ ہر مضمون کے ٹاپ کے جو سات ہیں یونیورسٹی میں ان میں سے جتنے احمدی ہیں ان کو پانچ کا سیٹ یا تفسیر صغیر یا جو انگریزی ترجمہ ہے وہ تحفۃً ہم دیں گے لکھ کے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اتنی ہمت دی ہے اور بھی ہمت دے۔

اور جو اس کے بعد کے ہیں مثلاً پی۔ایچ۔ڈی کہلاتا ہے یا اور یعنی پوسٹ ایم۔اے، ایم ایس سی یا دوسرے ان کے مقابلے میں جو انجینئر ہیں ان کے بعد کی جو ڈگریاں یہاں لینے والے ہیں اگر وہ ٹاپ کے سات میں آجائیں گے تو ان کو بھی یہ انعام ملے گا۔

تو اب انشاء اللہ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں میرے لئے کوئی مشکل نہیں نظر آتی کہ میں نے وعدہ کیا ہے وہ پورا نہ کروں اور آپ دل میں یہ عہد کریں اور آپ کے بچے بھی عہد کریں کہ ہم وعدہ پورا کریں گے یعنی خط لکھیں گے۔اس سال ہر بچہ امتحان دینے والا جو ہے نا اُس کا خط مجھے ملنا چاہیئے۔ چاہے وہ دس ہزار خط ہوں مجھے بڑی خوشی ہوگی ان کا جواب

دستخطوں سے میں دوں گا اور اس ترتیب کے ساتھ ان کو تحفے کتابوں کے بھی دوں گا۔

یہ اس سکیم سے مختلف ہے جس کا مَیں نے اعلان کیا تھا کہ وظیفہ دیں گے پڑھائیں گے۔

ایک میں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہر طالب علم یعنی School going Age کا بچہ ہمارا جو ہے نا وہ دسویں سے پہلے تعلیم نہیں چھوڑے گا۔ ایک ایسی جماعت پیدا ہو جانی چاہیئے پاکستان میں جس کا اپنے Age Group کے لحاظ سے کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جو میٹرک پاس نہیں ہے۔ اور یہ بڑی چیز ہے، سوچیں گھر میں جا کر بہت بڑی چیز ہے۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں اور ساری جماعت کوشش کرے کہ کامیاب ہونا ہے ہم نے یعنی اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوتا ہے یا اچھے نمبر لیتا ہے کہ اگر ایک نمبر کم ہوتا تو وہ فیل ہو جاتا یعنی کوئی فرق نہیں۔ میٹرک ہونا چاہیئے اس کو اور اس کے لئے ضروری خرچ جس کی اس کے والدین کو طاقت نہیں وہ جماعت کو کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بہت بڑا ہے منصوبہ اور جو میں نے اعلان کیا Genius ہو یا ٹاپ کے دماغ ہوں ان کو ہم نے سنبھالنا ہے اس سے یہ منصوبہ مختلف ہے اور نوعیت کا ہے کیونکہ ہر دماغ کو میٹرک سے پہلے ہم نے سنبھالنا ہے لیکن اپنے اثر کے لحاظ سے اور اپنی افادیت کے لحاظ سے یہ کم اہمیت کا منصوبہ نہیں اور وسعت کے لحاظ سے اس سے بہت بڑا منصوبہ ہے۔

آپ کو میں نے اب اپنی تجربہ گاہ بنالیا ہے۔ یہ کراچی کے تین ضلع اور دوسرے تین کل چھ ضلع ہو گئے جن پر میں تجربہ کر رہا ہوں۔ تو مَیں نے کہا آپ کو کہ آپ مجھ سے (دل میں، اونچی آواز سے نہیں) یہ عہد کریں کہ آپ جو بچے طالب علم ہیں وہ مجھ سے وعدہ پورا کریں گے۔ مجھے ضرور خط لکھیں گے۔ اور جو ماں باپ ہیں وہ یہ وعدہ کریں کہ ان کے بچے ضرور لکھیں۔ نمبر۲ اور جو جماعتیں ہیں وہ یہ وعدہ کریں کہ مجھے جو بچے لکھیں گے ان کی فہرست مجھے بھجوائیں گے۔ یہ مَیں خاص وجہ سے کہہ رہا ہوں کیونکہ ہمارے ہاں ڈاک کا انتظام بھی ناقص ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سو خط لکھے جائیں اور مجھے پچاسی ملیں اور پندرہ خط غائب ہو جائیں۔ تو وہ فہرستیں مجھے بھجوانے کا بھی انتظام ہوتا کہ اگر کوئی خط غائب ہو جائے تو ہمارے علم میں آ جائے۔

یہ جو سکیم ہے یہ دراصل جو پہلا مضمون کا حصہ تھا اس سکیم سے چکر کھا کے جا ملتی ہے۔

کیونکہ اگر ہم نے قرآن کریم سکھانا ہے تو دسویں تک تعلیم ہونی چاہیئے ہمارے ہر بچے کی، جو پڑھنا ہی نہیں جانتا وہ بھی اگر ذہین ہے تو قرآن کریم کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ ایک دفعہ (بڑی دیر کی بات ہے میں بچہ تھا) ہمارے لاہور سے فورتھ ائیر کے ایک طالب علم اپنے ساتھ ایک غیر احمدی دوست کو بھی قادیان جلسہ پر لے آئے وہ آپس میں مدرسہ احمدیہ میں بحث کر رہے تھے، اس زمانہ میں تو تعداد کہیں کم تھی چھوٹے چھوٹے کمروں میں جماعتیں ٹھہرتی تھیں وہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ہمارے احمدی فورتھ ائیر کے طالب علم کو جواب نہیں آیا اس کا، وہ کہنے لگا میں تو مولوی نہیں ہوں میں ہُنے مولوی نوں لے آناں۔ خیر وہ ساتھ والے کمرے میں گیا وہاں ایک شخص سفید پوش پگڑی اس نے پہنی ہوئی، داڑھی اس نے رکھی ہوئی، بڑا خوبصورت اس کا چہرہ، شکل اس نے دیکھی اس نے سمجھا یہ مولوی صاحب ہی ہوں گے تو وہ اس کو جا کے کہنے لگا کہ اس طرح میرا دوست میرے ساتھ آیا فورتھ ائیر کا اور ہم باتیں کر رہے تھے۔ ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی۔ تو آپ آ کے بتا دیں اس شخص نے کہا چلو مَیں بتا دیتا ہوں۔ وہ ساتھ ہولیا۔ وہ یہ سوال کر رہا تھا کہ (سوال صحیح یا غلط وہ میں چھوڑتا ہوں۔ اس وقت اس کے متعلق کہنے کا وقت نہیں) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے اور پھر یہ آگے بیٹوں میں نہیں جانی چاہیئے ۔ وہ کہنے لگا یہ کون سا مشکل سوال ڈال دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ ہوئے مولوی نورالدین صاحب اور وہ ان کے بیٹے نہیں تھے اور مولوی نورالدین صاحب کے بعد ہوئے مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب اور وہ مولوی نورالدین صاحب کے بیٹے نہیں تھے۔ تو سوال تو اس نے ویسے ہی کیا تھا اس میں معقولیت نہیں تھی لیکن یہ شخص جس نے جا کر سمجھایا یہ اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تو یہ تو صحیح ہے کہ وہ ذہین تھے۔ وہ لوگ حضرت صاحب کے آ کے خطبے سنا کرتے تھے۔ Literacy اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ تو Literate تو ہو ہی جاتے ہیں۔ کئی دسویں پاس ہیں۔ علم ان کو چھو کے بھی نہیں گزرا لیکن میٹرک پاس ہیں۔ تو جو بعض Literate ہیں وہ پڑھ لیتے ہیں لکھ لیتے ہیں لیکن علم سے کوئی پیار نہیں۔ سو ہر احمدی کو ہم خالی Literate نہیں بلکہ عالم بنانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے Literate ہونا بھی ضروری ہے۔

قرآن کریم کی گہرائیوں میں اگر ہم نے اس کو لے کے جانا ہے تو اس کو کم از کم میٹرک تک کی تو تعلیم ہونی چاہیئے۔ پھر جو اس میں ہوشیار ہیں انشاء اللہ وہ آگے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو علم کے میدان میں اتنی برکتوں سے بھر دے کہ جو بہت آگے نکلے ہوئے ہیں ان کے لئے بھی حیرانی کا باعث بن جائے۔(آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۷؍اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ ۱ تا ۷)